بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ سے متعلق

دارالعلوم دیوبند

کے موقف اور فتوی کا پس منظر

اور

مولانا کی جوابی تحریریں

نیز

بعض فضلائے دارالعلوم دیوبند کا منفی رُخ

از

مفتی خضر محمود قاسمی

فاضل دارالعلوم دیوبند

موبائل نمبر: 9538740400

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

- راقم الحروف کا مختصر تعارف ۵
- حضرت مولانا محمد سعد صاحب سے متعلق دار العلوم دیو بند کا موقف ۶
- علمائے دیو بند اور حفاظت دین ۶
- موقف کے تین اہم اقتباسات ۷
- بعض فضلائے دار العلوم کا منفی رُخ ۸
- دُعا ۱۰
- حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری مدظلہ
  کی طرف منسوب ایک تحریر اور اُس کا مختصر جائزہ ۱۱
- دار العلوم دیو بند کے موقف کا پس منظر ۱۵
- دار العلوم دیو بند کا محتاط رُخ ۱۶
- بنگلہ والی مسجد کے وفد سے اکابر دار العلوم کی درخواست ۱۷
- وفد کے ذمہ داران کا غیر مناسب ردعمل ۱۷
- مولانا محمد سعد صاحب سے متعلق استفتاءات کے جواب میں
  دار الافتاء دار العلوم دیو بند کا محتاط اسلوب ۱۹
- حد سے تجاوز ۲۰
- تبلیغی جماعت کے بعض اکابر کی مولانا محمد سعد صاحب
  سے علیحدگی کی ایک اہم وجہ ۲۱
- موقف پہلے کیوں جاری نہیں کیا گیا؟ ۲۱
- موقف کے اجراء سے قبل بنگلہ والی مسجد کے وفد کی آمد ۲۳
- دار العلوم دیو بند کا مقصد صرف تحفظ دین اور امت کی اصلاح تھی ۲۳
- وفد سے حضرت مدنی کی گفتگو اور بعض فضلاء کا ایک افسوس ناک عمل ۲۳

- دارالعلوم دیوبند کے موقف کے جواب میں
مولانا محمد سعد صاحب کی پہلی تحریر ۲۵
- پہلی تحریر میں اکابر دارالعلوم دیوبند پر بددیانتی، بدگمانی
اور جماعت کے کام کی مخالفت کا الزام ۲۵
- کیا ہی اچھا ہوتا؟ ۲۸
- مولانا محمد سعد صاحب کی پہلی تحریر پر دارالعلوم دیوبند کا جوابی خط ۲۸
- فتویٰ جاری ہونے کے بعد مولانا محمد سعد صاحب کا ایک افسوس ناک عمل ۳۱
- مولانا محمد سعد صاحب کی دوسری تحریر اور دارالعلوم دیوبند کا مشفقانہ ردعمل ۳۱
- پورے معاملے میں سب سے زیادہ قابل افسوس اور باعث حیرت بات ۳۲
- دوسرا جواب بھیجنے کے بعد مولانا محمد سعد صاحب کا بیان ۳۲
- رجوع ناموں میں شبہہ ۳۴
- ایک اور قابل تشویش بات ۳۴
- بعض فضلاء کا ایک اور افسوس ناک عمل ۳۵
- مولانا محمد سعد صاحب کی تیسری افسوس ناک تحریر
اور دارالعلوم دیوبند کا جواب ۳۵
- ایک سوال ۳۹
- خلاصہ ۴۰
- آخری بات پر خصوصی توجہ فرمائیں ۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ربّ العالمین والصَّلاۃ والسّلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، وعلی الہ وأصحابہ أجمعین۔

أمّا بعد:

راقم الحروف کا مختصر تعارف

بندہ کو الحمد للہ مادر علمی دار العلوم دیوبند میں تقریباً نو سال فیض حاصل کرنے کا موقع ملا، اِس درمیان تقریباً تمام ہی چھوٹے بڑے اساتذہ سے تعلق رہا اور سب ہی سے استفادہ کا موقع ملا، اساتذہ کے تعلق اور توجہ ہی کا نتیجہ تھا کہ کئی سال امتحان میں پوزیشن سے کامیابی حاصل ہوئی اور بالخصوص دورہ حدیث شریف میں ایک حدیث بھی سماعت سے نہیں چھوٹی، ان مشفق اساتذہ کی شفقتوں اور عنایتوں کے بیسوں واقعات اس وقت ذہن میں آرہے ہیں؛ لیکن اُن کے ذکر کا یہ موقع نہیں ہے۔

اللہ کے محض فضل وکرم سے بندے کو اساتذہ؛ بلکہ اکابر دار العلوم دیوبند کو جتنا قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، عموماً یہ موقع کسی کو مشکل ہی سے میسر آتا ہے، اس لیے اُن کی طرف جب کوئی غلط بات منسوب کی جاتی ہے، تو ناقابل بیان تکلیف پہنچتی ہے اور میں خود بھی کسی کی طرف غلط بات منسوب کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

پڑھنے کے زمانے میں جماعت کے کام سے بھی بندے کو مناسبت رہی، وقتاً فوقتاً جماعت میں نکلنا بھی ہوا، نظام الدین بھی آنا جانا ہوتا رہا، پھر تکمیل افتاء سے فراغت کے بعد الحمد للہ سال لگانے کی توفیق بھی ملی۔

الغرض بندے کا دار العلوم دیوبند اور دعوت وتبلیغ دونوں سے تعلق ہے، جہاں اکابر دیوبند کے حالات پڑھنے کی توفیق ملی، وہیں اکابر تبلیغ کی سوانح بھی پڑھنے کا موقع ملا۔

حضرت مولانا محمد سعد صاحب سے متعلق دارالعلوم دیوبند کا موقف

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں اور ظاہر ہے کہ حضرت مولانا محمد سعد صاحب مدظلہ سے متعلق دارالعلوم دیوبند کا موقف معتدل، اکابر دارالعلوم کی فکر کا ترجمان اور جذباتیت و عقیدت سے اوپر اٹھ کر امت کو ایک ایسا پیغام ہے، جس سے ہزاروں نہیں؛ بلکہ لاکھوں اور کروڑوں لوگوں کو صحیح فکر، صحیح سوچ اور صحیح رخ پر قائم رہنے کی توفیق ملی اور اُن کی غلط فہمیاں دور ہوئیں اور اس عظیم الشان کام کے تحفظ کا من جانب اللہ ایسا انتظام ہوا کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، یہ موقف دعوت وتبلیغ کی عظیم الشان محنت کے لیے ایک تجدید کی حیثیت رکھتا ہے اور تبلیغ کے کام کے حوالے سے اساطین امت کا اتفاقی فیصلہ؛ بلکہ اجماعی منشور ہے۔

علمائے دیوبند اور حفاظت دین

یہ حقیقت ہے کہ گذشتہ ڈیڑھ صدی سے زائد عرصے میں امت مسلمہ کی راہنمائی اور راہبری کرنے اور اُن کو راہ اعتدال کا راہی بنانے کے لیے اللہ تعالی نے علمائے دیوبند کو منتخب فرمایا، جنھوں نے بے باک اور بے خطر ہر نازک اور اہم موقع پر حق کا اظہار کیا، اللہ تعالی نے اپنے پاکیزہ دین کے قلعے کے لیے انھیں آہنی دیوار بنا کر امت کو سہارا عطا فرمایا اور دین کے نام پر چلائے جانے والے غلط اجتہادات اور بے بنیاد باتوں کی نشاندہی کر کے امت کے سامنے خالص حق کو واضح کرنے کا ذریعہ بنایا، اکابر دیوبند کے اس متفقہ موقف سے دنیا بھر میں موجود فضلائے دیوبند کا اکابر دیوبند پر اعتماد میں اضافہ ہوگیا۔

اِس موقف سے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی تحفظ دین اور اظہارِ حق کی ایک زریں مثال پھر سامنے آئی، علمی حلقوں میں اُس کا وقار دوبالا ہوگیا، اُس کی مرجعیت ومرکزیت اور امت مسلمہ کا اُس پر اعتماد ظاہر ہوا، یہ ایک ایسی حقیقت ہے، جس کا

انکارایک امرواقعی کاانکار ہے، یہ محض اللہ کافضل اوراُس کی عنایت ہے، جوہمارے اکابرواسلاف کے اخلاص اوراُن کے نقش قدم پرچلنے کاواضح نتیجہ ہے۔

موقف کے تین اہم اقتباسات

● ''جماعت تبلیغ ایک خالص دینی جماعت ہے، جوعملاومسلکا جمہورامت اوراکابر رحمہم اللہ کے طریق سے ہٹ کرمحفوظ نہیں رہ پائے گی، انبیاء کی شان میں بے ادبی، فکری انحرافات، تفسیر بالرائے، احادیث واثار کی من مانی تشریحات سے علمائے حق کبھی متفق نہیں ہوسکتے اوراِس پرسکوت اختیارنہیں کیاجاسکتا؛اس لیے کہ اسی قسم کے نظریات پوری جماعت کوراہ حق سے منحرف کردیتے ہیں، جیسا کہ پہلے بھی بعض اصلاحی اوردینی جماعتوں کے ساتھ یہ حادثہ پیش آچکاہے''۔

● ''دارالعلوم دیوبنداکابر کی قائم کردہ جماعت تبلیغ کے مبارک کام کوغلط نظریات اور افکارکی آمیزش سے بچانے اوراکابر کے مسلک ومشرب پرقائم رکھنے، نیزجماعت کی افادیت اورعلمائے حق کے درمیان اُس کے اعتمادکوباقی رکھنے کے لیے اپنامتفقہ موقف اہل مدارس، اہل علم اورامت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کرنا ایک دینی فریضہ سمجھتا ہے، اللہ تعالی اس مبارک جماعت کی ہرطرح حفاظت فرمائے اورہم سب کومسلکاوعملا راہ حق پرقائم رہنے کی توفیق بخشے، آمین''۔

● ''جماعت کے حلقے میں اثرورسوخ رکھنے والے معتدل مزاج اورسنجیدہ اہم ذمہ داران کوبھی ہم متوجہ کرناچاہتے ہیں کہ اکابر کی قائم کردہ اس جماعت کوجمہورامت اورسابقہ ذمہ داران کے مسلک ومشرب پرقائم رکھنے کی سعی کریں''۔

مذکورہ تین اقتباسات سے اکابردیوبندکافکری اعتدال، دوررسی، حقائق وحالات سے واقفیت، احساس ذمہ داری، ماضی کے احوال کااستحضاراورامت مسلمہ کے حق میں بے لوث خیرخواہی کاجذبہ اوراُن کے عقائدواعمال کے تحفظ کی تڑپ کومحسوس کیاجاسکتاہے۔

بعض فضلائے دارالعلوم کا منفی رُخ

لیکن اِس معتدل موقف کے سامنے آنے کے بعد مادرِ علمی ہی کے خوشہ چیں بعض تبلیغی فضلاء کی طرف سے مسلسل ایسی باتیں سامنے آئیں اور آرہی ہیں، جو افسوس ناک اور دینی واخلاقی دونوں اعتبار سے نہایت غیر مناسب ہیں، اس سلسلے میں زیادہ تفصیل میں جانا اور واقعات کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتا؛ البتہ اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ فضلاء (جو اس وقت اساتذہ دارالعلوم کے درمیان معروف و مشہور ہیں اور میں بھی ذاتی طور پر اُن سے واقف ہوں) دارالعلوم کے خلاف محاذ بنانے اور دارالعلوم کے موقف کو کمزور کرنے میں مسلسل کوشاں ہیں، بندے کے علم کے مطابق دیوبند میں مقیم بعض تبلیغی فضلاء منفی اور جذباتی انداز کی تحریریں لکھ کر عام کر رہے ہیں اور غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

مجھے معتبر ذرائع سے یہ بات بھی پہنچی ہے کہ یہ فضلاء اپنوں کی مجلس میں دارالعلوم دیوبند کے موقف کا جواب دے رہے ہیں، دلائل پیش کر رہے ہیں، اِس اقدام کو مطلق جماعت کے کام کے خلاف قرار دے رہے ہیں اور جماعت کے کام سے متعلق اپنے اساتذہ دارالعلوم سے سنی ہوئی بعض جزوی اصلاحی باتوں کو مخالفت کے شواہد کے طور پر پیش کر رہے ہیں، بعض ساتھیوں کی طرف سے تو مناظرہ اور چیلنج تک کی بات سننے میں آئی ہے۔

دوسری طرف اُن کا یہ رخ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہ جب دارالعلوم دیوبند کے موقف کے موافق کسی شخصیت سے ملتے ہیں، تو اپنے آپ کو دارالعلوم دیوبند کا مخلص اور خیر خواہ قرار دیتے ہیں، یہ دوطرفہ رخ میرے لیے نہایت اذیت کا باعث بنا ہوا ہے۔

بعض اساتذہ سے میں نے یہ بھی سنا کہ ان ہی فضلاء میں سے ایک صاحب دارالعلوم دیوبند کا موقف رکوانے کے لیے وفد لے کر دارالعلوم دیوبند پہنچے تھے اور

دوسرے صاحب حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری کا خط لے کر پہنچے تھے، پھر موقف جاری ہونے کے بعد انھوں نے ایک طرف تو رجوع کے نام سے جوابی تحریروں کو دارالعلوم بھجوایا اور جوابی کاروائیوں کو رجوع نامہ کا نام دے کر بعض فضلاء کے ذریعے عوام میں خوب شور مچایا اور دوسری طرف موقف کے خلاف دلائل تیار کر کے واٹسپ پر چلائے، تیسری طرف اپنے موافقین کا دارالعلوم اور اساتذہ دارالعلوم کے خلاف ذہن بنایا اور یہ بات تو حد درجہ قابل تشویش ہے کہ انھوں نے اندرون دارالعلوم بعض نوعمر طلبہ کو استعمال کیا، اُن کو اُن کے اساتذہ کے مقابل بنا دیا اور ان کے ذریعہ دارالعلوم دیوبند کے ماحول کو اس حد تک مکدر کیا کہ ذمہ داران دارالعلوم نے جماعت کے کام کو موقوف کرنے ہی میں عافیت سمجھی، اس سلسلے کے بہت سے تکلیف دہ واقعات میرے علم میں ہیں، گذشتہ سال میں خود دارالعلوم دیوبند حاضر ہوا تھا اور اپنی آنکھوں سے میں نے یہ حالات دیکھے اور سنے تھے۔

میرے علم میں یہ بات بھی ہے کہ انہیں بعض فضلاء نے فرضی ناموں سے بیسیوں خطوط دارالعلوم دیوبند بھیجے اور سوشل میڈیا پر بھی ڈالے، اُن کی کوششوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ مولانا محمد سعد صاحب کی غلط باتوں کو برحق سمجھتے ہیں، جس کی معقول وجہ اللہ علام الغیوب ہی کے علم میں ہے، ان فضلاء کی کوششوں کا ایک بڑا نقصان یہ سامنے آ رہا ہے کہ عوام کا ذہن اصل موضوع سے ہٹ کر خارجی امور میں الجھ رہا ہے، اس لیے کہ خارجی اور غیر متعلق باتوں کی تشہیر کرنا اصل موضوع سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کا موثر طریقہ ہے۔

الغرض کئی مہینوں سے میں ان فضلاء کی منفی کوششیں دیکھ رہا ہوں اور پڑھ رہا ہوں، مجھے ذاتی طور پر اُن سے کوئی اختلاف نہیں ہے، اُن میں سے اکثر میرے قریبی ساتھی ہیں؛ لیکن کسی ناحق بات کے سلسلے میں مجھے اُن سے اتفاق بھی نہیں ہے، میرا یہ ماننا ہے کہ یہی فضلاء اصلاح کی کوشش میں حائل بنے

ہوئے ہیں، انھوں نے اپنے سطحی علم کی وجہ سے بے بنیاد تاویلات کر کے حضرت مولانا محمد سعد صاحب اور جماعت کے کام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ ان کی منفی کوشش سے بعض نو عمر فضلاء بھی کچھ متاثر ہو رہے ہیں؛ اس لیے صرف حق کے اظہار کے لیے میں اپنی بات علمائے حق کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں، ان معلومات اور حقائق کی تحقیق میں کئی مہینے صرف کیے گئے ہیں، اسی غرض سے چند مہینے قبل دار العلوم دیوبند کا سفر کیا گیا اور بالمشافہ اساتذہ دار العلوم اور بعض فضلاء سے ملاقات کر کے احوال کی تحقیق کی گئی؛ دیوبند میں مقیم بعض تبلیغی فضلاء سے اسی وقت بندے نے اپنی تشویشات سامنے رکھ دی تھیں اور اُن کو اُن کے منفی رخ کے نتائج سے آگاہ کر دیا تھا۔

دُعا

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ حق بات پیش کرنے کی مجھے توفیق عطا فرمائے اور کمی کوتاہی کو درگذر فرمائے، اس تحریر سے ہرگز ہرگز کسی کی ذات اور شخصیت کو نشانہ بنانا یا مجروح کرنا نہیں ہے؛ بلکہ حقیقت واقعہ کو امانت داری کے ساتھ پیش کرنا ہے، اظہار حق کے لیے مثبت تحریر لکھنا ہمارے اکابر و اسلاف کی سابقہ روایت رہی ہے۔ پھر بھی اگر اس تحریر سے کسی کی دل آزاری ہو، تو میں پیشگی معذرت خواہ ہوں اور اگر کسی کو بندے کی کسی بات پر اشکال ہو، تو بلا تکلف مجھ سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔۔اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَه وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَارْزُقْنَا اِجْتِنَابَه اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا. اٰمِيْن. يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ.

حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری مدظلہ

کی طرف منسوب ایک تحریر اور اُس کا مختصر جائزہ

گذشتہ کئی مہینوں سے سوشل میڈیا پر بہت تحریریں آئیں؛ لیکن یہ سمجھ کر کہ یہ بچکانہ، جذباتی اور ذاتیات پر مبنی باتیں ہیں، اُن پر تبصرہ کرنے کو وقت کا ضیاع سمجھتا رہا؛ لیکن سوشل میڈیا پر جب میرے سامنے ایک ایسی تحریر آئی، جس میں حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری دامت برکاتھم کی طرف نسبت کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کے موقف کا جواب تیار کرایا گیا تھا اور جس کے بعض جملوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ جواب مظاہر العلوم سہارنپور اور جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ کے دو استادوں نے بعض تبلیغی فضلاء کے تعاون سے تیار کیا ہے، جواب کے شروع میں اس کا اشارہ بھی موجود ہے، نیز بعض دوسری ایسی تحریریں سامنے آئیں جن میں دارالعلوم دیوبند کے موقف کو مشکوک قرار دینے کے لیے الزامات اور اتہامات لگائے گئے،، تو میں نے محسوس کیا کہ اب صحیح حقیقت امت کے سامنے لانا ضروری ہے۔

مجھے اس وقت اُس جواب کا تفصیلی جائزہ نہیں پیش کرنا؛ مختصرا بس اتنا عرض ہے کہ اُس جواب نامہ میں علمی خیانت کا شبہہ؛ بلکہ ظن غالب ہوتا ہے، جس کی چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں: انشاء اللہ اس جواب کا تفصیلی جائزہ کسی دوسرے موقع پر پیش کیا جائے گا۔

● اس جواب میں حضرت موسی علیہ السلام کے سلسلے میں مفسرین کے صحیح قول کو مرجوح بتا کر علمی خیانت سے کام لیا گیا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قصداً صحیح بات لکھنے سے پہلوتہی کی گئی ہے، بعض فضلاء کی طرف سے ایک واسطے سے

مجھ تک یہ بات پہنچی کہ حضرت موسی علیہ السلام کے سلسلے میں مولانا کے بیانات کا تو کسی طرح ہم مسئلہ حل کر لیں گے، عربی عبارتیں پیش کر دیں گے؛ لیکن دوسرے بیانات کا کیا ہوگا؟ بہرحال اس سلسلے میں حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب اعظمی مدظلہ استاد دار العلوم دیوبند کا مستقل رسالہ موجود ہے، اس لیے تحقیق کے لیے اُس کو ملاحظہ فرمالیا جائے، یہاں کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

● جواب میں ولایت اور نبوت کے طریقہ کار میں فرق کرتے ہوئے تفسیر مظہری کی عبارت پیش کی گئی ہے، جس میں اتنی بڑی خیانت کی ہے، جو عموماً فرقہ ضالہ کے لوگ کرتے ہیں، پہلے جواب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

قالوا مقتضى الولاية الاستغراق والتوجه الى الله سبحانه ومقتضى النبوة التوجه الى الخلق والتحقيق ما حقق المجدد للالف الثاني رحمة الله عليه ان النبوة هى الأفضل من الولاية بل التوجه الى الخلق لمّا كان بإذن الله وعلى حسب امره ومرضاته فهو ايضا في المعنى توجه الى الله سبحانه۔

اب تفسیر مظہری کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں، جس کو اپنا استدلال باقی رکھنے کے لیے ترک کر دیا گیا:

<u>ومن هاهنا قال بعض الصوفية الولاية أفضل من النبوة وفسر بعضهم هذا القول بان ولاية النبي أفضل من نبوّته</u> قالوا مقتضى الولاية الاستغراق والتوجه الى الله سبحانه۔۔۔الخ۔

تفسیر مظہری کی عبارت کا مطلب واضح اور بے غبار ہے کہ نبی کے اندر دو صفت ہوتی ہیں: ایک نبوت کی صفت اور دوسری ولایت کی صفت، ان دونوں صفتوں میں نبی کے اندر نبوت کی صفت ولایت کی صفت سے افضل ہے، گویا اس عبارت کا محمل ایک نبی میں پائی جانے والی دو صفتوں کے مابین افضلیت کا بیان کرنا ہے؛ لیکن موصوف مجیب نے مولانا کے نظریہ کا جواب دیتے ہوئے

تفسیر مظہری کی عبارت کا وہ ابتدائی حصہ ہی حذف کر دیا جس سے عبارت کا صحیح محمل متعین ہو رہا تھا اور حضرت مجیب کا استدلال تام نہیں ہو رہا تھا اور موجودہ زمانے میں دعوت کی مخصوص شکل کو طریقہ نبوت کے درجہ میں اتار کر اور مخصوص شکل کے علاوہ دعوت کے دوسرے طریقہ کار کو طریقہ ولایت قرار دے دیا اور اسی کو تفسیر مظہری کی عبارت کا مصداق بنا دیا، پھر موصوف نے حضرت تھانوی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اقوال سے استدلال کرتے ہوئے جذباتی انداز میں یہاں تک لکھ دیا کہ آج طریقہ نبوت کی افضلیت کو بتلانا؛ بلکہ جھنجوڑ کر امت کو اس کی طرف لانا وقت کا اہم تقاضہ ہے۔

حضرت مجیب کے جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ دعوت کی مروجہ شکل طریقہ نبوت ہے اور اولیاء کا طریقہ کار طریقہ نبوت نہیں ہے؛ بلکہ طریقہ ولایت ہے اور طریقہ نبویت طریقہ ولایت سے افضل ہے۔

موصوف کی تشریح کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت تھانوی نے بھی جن کے قول سے استدلال کیا گیا ہے، طریقہ نبوت کو اختیار نہیں کیا۔

کیا کسی ولی کے بارے میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ اُس نے کار نبوت کو انجام نہیں دیا؟ اور انھوں نے طریقہ نبوت کو چھوڑ دیا۔

اِس جواب سے اکابر و مشائخ کی وقیع خدمات پر زد پڑتی ہے اور ان کی دعوتی ترتیب طریقہ ولایت میں داخل ہو کر مفضول قرار پاتی ہیں۔

● اس کے علاوہ جواب میں بہت سی جگہ غلط بیانی بھی محسوس ہوتی ہے، بعض مقامات پر علمی جائزے کے بجائے وکیلانہ اسلوب نظر آتا ہے، بعض جگہ اصل جواب سے گریز کرتے ہوئے اجمال سے کام لیا گیا ہے۔

● حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے متعلق بعض فضلائے دار العلوم دیوبند نے جو احادیث نقل فرمائی ہیں اور اُس پر متفرع کرتے ہوئے جو فاضلانہ کلام کیا ہے، اُس

کے بارے میں تفصیلی جائزہ کا تو یہ موقع نہیں؛ بس اُن متخصصین فی الحدیث سے اتنا عرض کرنا ہے کہ خدارا ان احادیث کی تحقیق بھی فرمالیں، نیز اس سلسلے میں اصول حدیث اور اصول تفسیر کا بھی انصاف کے ساتھ مطالعہ فرمالیں، حیرت اور تعجب ہے کہ انھوں نے یہاں حضرت تھانویؒ کی تفسیر بیان القرآن آخر کیوں نہیں دیکھی؟ کیا حضرت تھانویؒ کی تفسیر اُن کے بقول تفسیر ماثور کے خلاف تھی؟ کیا حضرت تھانویؒ نے اُن کے بقول سلف کی متفق علیہ قرآن کی عبارۃ النص سے ثابت اور تفسیر ماثور کو چھوڑ کر کوئی نئی تفسیر لکھی ہے؟ یا للأسف؟

● ہر مسلمان پر قرآن سمجھ کر پڑھنے کو واجب قرار دینے پر یہ لکھا گیا کہ:

مولانا نے وجوب کے قول سے رجوع کرلیا ہے؛ البتہ مولانا کی شدت اُن تبلیغی احباب پر نکیر ہے جو غلط فہمی سے اپنی اپنی مساجد میں تفسیر کی مخالفت کر بیٹھے اور حلقات تفسیر یہ کو اس کام کے منافی خیال کیا۔

تبلیغی احباب جنھوں نے اپنے کانوں سے مولانا کی زبانی اس مسئلے سے متعلق بیانات سنے ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ مولانا کا مقصد براہ راست ہر مسلمان کو قرآن کریم کا ترجمہ دیکھ کر کلام الٰہی میں غور وفکر کی دعوت دینا تھا یا اہل علم کے تفسیر کے حلقوں سے استفادے کی طرف متوجہ کرنا تھا؟ اگر اہل علم کے تفسیر کے حلقوں سے استفادے کی طرف متوجہ کرنا تھا، تو بندہ ملک و بیرون ملک کے مفسرین کرام سے پوچھنا چاہتا ہے کہ کیا پچھلے سات آٹھ سالوں میں تبلیغی حلقے میں تفاسیر کے حلقے سے استفادے کا رجحان بڑھا ہے یا اس میں کمی آئی ہے یا مخالفت کر کے حلقے کو بند کرانے کی کوششیں کی گئی ہیں؟ (اس بارے میں مجھے ضرور مطلع کریں، ممکن ہے کہ مجھے غلط فہمی ہوگئی ہو)

کیا بنگلہ والی مسجد سے ایسے مجمع کو جو قرآن کے الفاظ بھی صحیح پڑھنا نہ جانتا ہو، تاکید اور شدت کے ساتھ یہ دعوت نہیں دی گئی کہ:

<u>فلاں ترجمہ قرآن قدیم ہے اور یہ ترجمہ قرآن جدید ہے، میرے نزدیک یہ ترجمہ</u>

بہت عمدہ ہے،لہذا تم سب کے سب اسے دیکھا کرو اور اللہ کے کلام میں غور کیا کرو۔

اس سلسلے میں اکابر دار العلوم دیو بند کی محتاط فکر کو کیوں بھلا دیا گیا؟ آخر دیو بند کے اکابر کی فکر،اُن کی معتدل سوچ سے یہ بے اعتنائی کیوں برتی گئی؟

الغرض مجموعی طور پر یہ جواب کسی موقر علمی شخصیت کے علمی وقار اور دیانت و شرافت سے میل نہیں کھاتا،جواب کا اسلوب بھی طنزیہ ہے،جو اکابر تبلیغ کے اسلوب تحریر سے مطابقت نہیں رکھتا۔پورے جواب کو پڑھ کر اہل علم سمجھ سکتے ہیں کہ یہ جواب غلط اور مرجوح بات کے غیر منطبق عربی حوالجات کو جمع کرنے کی لاحاصل سعی ہے۔

اس جواب کو پڑھ کر میں اس سوچ میں ہوں کہ جس جماعت کے اکابر نے امت کو یہ پیغام دیا ہو کہ دوسروں کی غلطی کو اپنا قصور قرار دیا جائے،اُسی جماعت سے وابستہ اہم ذمہ داران؛ بلکہ بعض تبلیغی فضلائے دیو بند کا آج یہ رخ ہو گیا کہ وہ اپنی کھلی ہوئی علمی غلطی کو بھی تسلیم کرنے میں تامل کر رہے ہیں؛ بلکہ مقابلہ آرائی اور جواب در جواب کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں اور ناشائستہ اسلوب میں تحریریں بھی لکھنے لگے ہیں اور جواب میں علمی خیانت سے کام لے رہے ہیں،حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کا واقعہ دعوتی حلقے میں معروف و مشہور ہے،حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ باوجود بے قصور ہونے کے حضرت مولانا سے یہی کہتے رہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی،مجھ سے غلطی ہوگئی۔

دار العلوم دیو بند کے موقف کا پس منظر

جب حضرت مولانا محمد سعد صاحب کے بیانات آڈیو کی شکل میں زیادہ وائرل ہونا شروع ہوئے اور لاکھوں کے مجمع میں مولانا اپنی غلط باتوں کو ایک خاص نظریہ بنا کر مجتہدانہ اسلوب اور جارحانہ طریقہ پر بیان کرنے لگے اور اُن کی غلط باتیں عوام میں تیزی سے پھیلنے لگیں،عوام نے مسجدوں کے ممبروں سے اُن کو چلانا

شروع کردیا؛ بلکہ جو عالم دین اس سے اتفاق نہ کرے، اُس کو جماعت کے کام کا مخالف قرار دیدیا گیا، اسی وجہ سے مساجد سے ائمہ کے اخراج تک کے واقعات سننے میں آنے لگے، امام کی تقرری میں سال لگانے کی شرط بھی سننے میں آنے لگی ،عوام اور علماء کے مابین خطرناک خلیج پیدا ہونی شروع ہوگئی اور مراکز میں حیاۃ الصحابہ کی تعلیم کے لیے سال لگانے کو شرط قرار دے کر تبلیغی اور غیر تبلیغی فضلاء کو تقسیم کردیا گیا، جو محنت ساری امت کو مجتمع کرنے کے لیے شروع کی گئی تھی، اُس کے مرکز سے اختلافی باتیں رونما ہونے لگیں اور امت کو منقسم کرنے والے نئے نئے اصول علاقوں میں نافذ ہونا شروع ہوگئے اور علاقے کے علماء اور ذمہ داران کی مرجعیت اور اور مرکزیت کو تحلیل کرنے کی دعوت چلنی شروع ہوگئی، جس کی ہولناکی کا اندازہ ہرادنی صاحب نظر لگا سکتا ہے۔

ان حالات کی وجہ سے علمائے حق کی تشویش میں غیر معمولی اضافہ ہونے لگا، علماء نے انفرادی اور اجتماعی طور پر محتاط انداز میں اپنی تشویش کا اظہار کرنا شروع کردیا۔

دارالعلوم دیوبند کے ذمہ داران اور اساتذہ کرام نے بھی اپنے اکابر کی صالح روایات کے مطابق اپنی تشویشات کا اظہار کرنا شروع کردیا، میں نے خود مادر علمی میں اپنے بعض بڑے اساتذہ سے سنا اور اُن کی بعض تحریروں کو پڑھا ہے۔

دارالعلوم دیوبند کا محتاط رُخ

چونکہ مسئلہ عوامی تھا اور ایک ایسے دینی کام سے جڑا ہوا تھا، جس کا دائرہ دنیا کے سارے ہی ممالک میں وسیع ہے، اس لیے اِس سلسلے میں اکابر دارالعلوم دیوبند کا طرز عمل نہایت محتاط رہا اور بندے کی معلومات میں تقریباً آٹھ سے دس سال تک دارالعلوم دیوبند کی طرف سے مثبت انداز میں اصلاحی کوششیں ہوتی رہیں اور عوامی سطح پر کوئی بات کہنے میں احتیاط برتی جاتی رہی۔

مجھے یاد ہے کہ کئی سال قبل مادر علمی میں میرے موجود رہتے ہوئے علمائے کانپور کی طرف سے ایک مفصل استفتاء دار العلوم دیوبند میں داخل کیا گیا تھا ،جس کی تمہید میں مولانا محمد سعد صاحب کی غلط باتوں کو نقل کر کے یہ لکھا گیا تھا کہ اب یہ جماعت فرقہ بنتی جا رہی ہے، لیکن دار العلوم دیوبند کی طرف سے مذکورہ احتیاط ہی کے پیشِ نظر عوام کے لیے مثبت اور محتاط جواب جاری کیا گیا۔

بنگلہ والی مسجد کے وفد سے اکابر دار العلوم کی درخواست

اُس وقت بندہ دار العلوم دیوبند میں تکمیل افتاء میں زیر تعلیم تھا، مجھے یاد ہے کہ اُس جواب کے جاری ہونے کے بعد اکابر نے یہ طے کیا کہ براہ راست عوام سے کوئی منفی بات کہنا تو مناسب نہیں ہے، اس لیے امسال نظام الدین بنگلہ والی مسجد سے آنے والے وفد کے سامنے ہم سب مل کر اپنی بات رکھیں گے اور مولانا محمد سعد صاحب کی طرف منسوب جو تشویش ناک خیالات سامنے آ رہے ہیں، اُن پر گفتگو کریں گے اور وفد کے توسط سے اپنی بات اُن تک پہنچائیں گے، چنانچہ وفد آیا اور حسب معمول ظہر کے بعد چھوٹے گھنٹے میں مجلس ہوئی اور اکابر و اساتذہ دار العلوم دیوبند نے وفد کے سامنے اپنی تشویش کا اظہار فرمایا اور کانپور کے استفتاء کا جواب اور ساتھ میں مولانا محمد سعد صاحب سے متعلق ایک مختصر تحریر نظام الدین ارسال کر دی اور وفد سے مولانا کے دار العلوم تشریف نہ لانے کی شکایت کی اور بطور خاص مولانا کو دار العلوم دیوبند آنے کی دعوت بھیجی۔

وفد کے ذمہ داران کا غیر مناسب ردعمل

اُس وقت جو وفد آیا تھا، مجھے اُن کی طرف سے یہ بات پہنچی کہ انھوں نے اکابر دار العلوم کی اس تشویش کو جماعت کے کام کی مخالفت پر محمول کیا، بعض نے ہمارے قریبی ساتھیوں کے سامنے ناشائستہ تبصرے کیے، ایک اہم ذمہ دار کا یہ

تبصرہ بہت معروف ہوا کہ یہ مناظرہ کی مجلس تھی اور مناظرہ کرنے والے اکثر حضرات میرے بعد کے فارغین ہیں۔ بہرحال! وہ فتوی اور ہم رشتہ مختصر تحریر مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں پیش کردی گئی، کچھ ہی دنوں کے بعد مولانا محمد سعد صاحب کے دستخط کے ساتھ جواب موصول ہوا، بعض اساتذہ سے مجھے معلوم ہوا کہ اُس جواب میں اصل موضوع سے گریز کرتے ہوئے فتوی کو خوب سراہا گیا؛ لیکن اکابر کی تشویشات پر کوئی بات نہیں لکھی گئی اور آخر میں بنگلہ والی مسجد کی خدمات کا ذکر کیا گیا، گویا دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اس مثبت کوشش کو قابل توجہ ہی نہیں سمجھا گیا اور اپنے عمل کے ذریعہ یہ پیغام پیش کیا گیا کہ اکابر دارالعلوم دیوبند کی تشویشات حق پر مبنی نہیں ہے؛ بلکہ یہ سب دعوت کے کام کی مخالفت میں ہورہا ہے، لہذا اُن پر غور نہیں کیا جاسکتا اور جواب دینا ہمارے کام کا اصول بھی نہیں ہے۔ یہ سب میری آنکھوں دیکھی باتیں ہیں۔

اس کوشش کے بعد مولانا کا رخ اور بھی شدت اختیار کرتا گیا، جب میں سال لگانے پہنچا، تو میں نے براہ راست اُن کی زبانی ایسے بیانات سنے جن میں بہت سی باتیں قطعا جمہور کے خلاف تھیں، مجھے یاد ہے کہ میرے ایک قریبی ساتھی جو ایک بار بیان میں شریک تھے، انھوں نے کہا کہ: مولانا نے جہاد فی سبیل اللہ کے مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا کہ جو لوگ تخصیص کرتے ہیں، خدا کی قسم وہ جاہل ہیں، انھوں نے ایک عارض پر فضائل کو محمول کرکے امت کو محروم کردیا۔

<u>اِس موضوع کی تفصیلات سے قطع نظر اکابر تبلیغ میں کوئی شخصیت میرے علم میں ایسی نہیں ہے جنھوں نے کسی علمی مختلف فیہ موضوع کو نظریے کے طور پر عوام کے سامنے چھیڑا ہو اور اس میں مخالفین کی ذاتیات پر تبصرے کیے ہوں اور قسمیں کھا کر ایک رائے کو قطعیت کے ساتھ بیان کیا ہو، یہ بات بنگلہ والی مسجد کے مزاج اور وہاں کے اکابر کی روایات کے خلاف ہے۔</u>

میں اس بات کے سمجھنے سے قاصر ہوں کہ:

دعوت کے خاص طریقہ کار کو مدلل کرنے کی آخر آج کیا ضرورت پیش آ گئی؟ کیا اکابر تبلیغ کے عمومی بیانات میں بھی اس کی کوئی نظیر ملتی ہے؟ بیانات کے اس رخ سے دعوت کی روح کو جو نقصان پہنچا، وہ وہی سمجھ سکتا ہے، جس نے اکابر تبلیغ کے بیانات پڑھے یا سنے ہوں، اس طرح کے بیانات سے امت کو عملی فائدہ ہرگز نہیں پہنچ سکتا، ظاہر ہے کہ جب بیانات کا اصل موضوع ایمان ویقین، نماز، اللہ کا دھیان، اخلاق، قبر وحشر، جنت وجہنم اور اپنی زندگی کو بنانے کی طرف توجہ دلانا تھا، تو بیان سننے والوں پر اُس کا اثر نمایاں ہوتا تھا اور جماعت سے وابستہ طبقے کے اندر عمل کا ایک خاص اہتمام نظر آتا تھا اور یہ موضوعات امت کے متفق علیہ موضوعات تھے، جس پر ساری امت مجتمع ہوتی جا رہی تھی۔ لیکن افسوس!

بہر حال! بات لمبی ہو رہی ہے، طوالت کی وجہ سے میں بہت سے واقعات کو حذف کرنے پر مجبور ہوں۔

مولانا محمد سعد صاحب سے متعلق استفتاءات کے جواب میں دار الافتاء دار العلوم دیوبند کا محتاط اسلوب

یہ بات بھی قابل ذکر ہے جس کا میں نے تکمیل افتاء میں خود مشاہدہ کیا کہ دار الافتاء دار العلوم دیوبند میں مولانا محمد سعد صاحب کے نام کی صراحت کے ساتھ جو استفتاءات آتے تھے، دار العلوم کی طرف سے بعض مرتبہ مستفتی کو مولانا سے مراجعت کا مشورہ دے دیا جاتا تھا، احتیاط ہی کے پیش نظر بعض استفتاءات کا جواب ہی نہیں دیا جاتا تھا، کئی بار ایسے استفتاءات اور خطوط دستی طور پر مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں بھیج دیے گئے، جس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا؛ بلکہ ایسی باتیں سامنے آئیں، جو ناقابل بیان ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دار العلوم دیوبند کی طرف سے ایک لمبی مدت تک اصلاح کی مثبت کوشش ہوتی رہی ، مولانا محمد سعد صاحب کو دار العلوم دیوبند تشریف لانے کے لیے مدعو کیا جاتا رہا، ادھر بہت سے اکابر دار العلوم دیوبند؛ بلکہ بعض اراکین شوری کا کئی بار نظام الدین آنا جانا بھی ہوتا رہا، میرے علم میں حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب کئی دفعہ از خود مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، دوسرے اساتذہ کا بھی وقتاً فوقتاً آنا جانا ہوتا رہا؛ لیکن افسوس کہ ملاقاتوں کا یہ سلسلہ یک طرفہ ہی جاری رہا۔

حد سے تجاوز

پھر معاملہ جب حد سے تجاوز کرنے لگا اور غلط اجتہادات اور قرآن وسنت کی مرجوح تشریحات اُس پلیٹ فارم سے شدت کے ساتھ چلائی جانے لگیں، جس کو اکابر تبلیغ نے غلط اجتہاد تو کجا مطلق اجتہاد کے لیے بھی استعمال نہیں کیا اور غیر معروف صحیح باتوں کو بھی عوام کے سامنے بیان کرنے سے سخت احتراز کیا اور اپنے بیانات کو چھ صفات کے دائرے میں محدود رکھا اور مولانا کے بیانات عوام میں تیزی کے ساتھ منتقل ہونے لگے اور لوگوں نے بھی اپنے بیانات میں ان کو نقل کرنا شروع کر دیا، ایسے نازک احوال میں مستند اکابر علماء کو اس جماعت میں فرقہ کی بو محسوس ہونے لگی اور یہ احساس بڑھنے لگا کہ جماعت کا یہ عظیم الشان کام اکابر کی روش سے ہٹ کر دنیا میں انتشار اور خلفشار کا ذریعہ نہ بن جائے اور یکبارگی امت کی ایک بڑی تعداد ناحق باتوں کا شکار نہ ہو جائے۔

اہل حق علماء کے لیے یہ ایک سخت آزمائش کی گھڑی تھی کہ آیا اس بگڑی ہوئی صورت حال کے ساتھ چلنے والے دعوت کے کام کی تائید کی جائے یا مخالفت؟

تبلیغی جماعت کے بعض اکابر کی مولانا محمد سعد صاحب سے علیحدگی کی ایک اہم وجہ

اسی بڑھتی ہوئی تشویش کے دوران بنگلہ والی مسجد سے بعض اہم اکابر نے علیحدگی اختیار کر کے براءت کا اعلان کر دیا اور باضابطہ اپنا موقف بھی جاری کر دیا اور انھوں نے اپنے موقف میں علیحدگی کی ایک اہم وجہ مولانا کے گمراہ کن اجتہادات اور قرآن وسنت کی غلط تشریحات کو قرار دیا، جن کو ایک لمبی مدت تک وہ خود اپنے کانوں سے سنتے رہے اور اصلاح کی مثبت کوشش بھی کرتے رہے؛ اکابر تبلیغ کے موقف سے علمائے حق کی تشویشات حقیقت پر مبنی ثابت ہوئیں، چنانچہ ملک وبیرون ملک علمائے حق اور اہل مدارس کی طرف سے یہ مطالبہ ہوا کہ اب دار العلوم دیوبند جس کے ذمہ داران اور اکابر اساتذہ کو پہلے سے تشویش ہے اور اس سلسلے میں دار العلوم دیوبند کی سابقہ مثبت اصلاحی کوششیں بے نتیجہ ثابت ہو چکی ہیں، مولانا کے نظریات اور بیانات کے سلسلے میں اپنا موقف واضح کرے، تاکہ امت کو ناحق اور گمراہ کن باتوں سے بچایا جا سکے، اور علمی امور میں تبلیغی عوام کے دائرہ کار کو اکابر تبلیغ کے ادوار کی طرح محدود رکھا جا سکے، چنانچہ دار العلوم دیوبند نے کئی سال کی اصلاح کی کوشش کے بعد اپنا موقف ظاہر کرنے اور ان کی غلط باتوں کے خلاف فتویٰ صادر کرنے کا فیصلہ کر لیا اور موقف میں واضح کر دیا کہ اس کا جماعت کے داخلی اختلاف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

موقف پہلے کیوں جاری نہیں کیا گیا؟

یہاں بھی وہی بعض تبلیغی فضلاء جن پر میں شروع سے افسوس کرتے آیا ہوں عوام کو یہ سمجھاتے ہیں کہ:

> اگر فتوی دینا تھا، تو پہلے کیوں نہیں دیا، یہ غلط باتیں تو دس سال سے کہی جا رہی ہیں، اس لیے فتوی کا مقصد غلط باتوں کی اصلاح نہیں ہے؛ بلکہ ایک فریق کی حمایت ہے۔

بعض فضلاء کی یہ بات قطعاً غلط؛ بلکہ حقائق پر قصداً پردہ ڈالنے پر مبنی ہے،

حقیقت یہ ہے کہ پہلے سے مثبت کوششیں ہورہی تھیں اور عوامی مسئلہ ہونے کی وجہ سے نجی مجلسوں میں مذاکرات ہوئے، پیغامات بھجوائے گئے، خطوط ارسال کیے گئے؛ لیکن اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ مولانا محمد زبیر الحسن صاحبؒ کے انتقال کے بعد مزاج میں خطرناک حد تک شدت پیدا ہوگئی، اسی شدت کے نتیجے میں اتفاق نہ رکھنے والوں کے خلاف بیانات میں نازیبا تبصرے شروع ہوگئے، جاہل، گدھے جیسے القاب سے نوازا جانے لگا، اپنی بات اجتہاد کے انداز سے کہی جانے لگی۔

میری رائے، میری رائے، میرے نزدیک

کی صدائیں لگنے لگیں، قرآن وحدیث اور حیاۃ الصحابہ سے غلط نتائج اخذ کرکے دعوت کے سابقہ نظام وترتیب کو باطل اور خلاف سنت قرار دیدیا گیا، نصوص کے مدلولات اپنی طرف سے متعین کیے جانے لگے اور اپنی فہم اور سمجھ پر ایسا اعتماد ہوگیا کہ مخالف رائے رکھنے والے اہل علم کو علمائے سوء تک کہنے کی جرءت ہوگئی، تبلیغی عوام کو ایسے علماء کے مقابل بنادیا گیا جو مولانا کی بات سے متفق نہ ہوں، بلکہ اُن کو مکلف کیا جانے لگا کہ وہ علماء کو سمجھائیں اور اُن سے کہیں کہ تم جاہل ہو، تمھارے دل ودماغ یہودیت سے متاثر ہیں۔ مولانا کے اکثر بیانات اس طرح کے جملوں کی نذر ہوگئے:

> ''جو ایسا کہتا ہے، وہ ایسا ہے، جو ایسا کرتا ہے، وہ ایسا ہے، میرے نزدیک یہ صحیح ہے، وہ غلط ہے، وہ راجح ہے، یہ مرجوح ہے، یہ دہریت ہے، وہ شرک ہے، یہ جہالت ہے، وہ دھوکہ ہے، یہ باطل ہے، وہ احمق ہے، یہ ناجائز ہے، وہ حرام ہے، یہ یہودیت ہے، وہ شیطانیت ہے''۔

اور یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ دار العلوم دیوبند کے موقف میں اس طرح کے اسلوب پر مشتمل کئی اقتباسات حضرت مولانا زبیر صاحبؒ کی وفات کے بعد کے ہیں، چنانچہ دار العلوم کے جوابی خط میں بھی اس کی صراحت موجود ہے۔

مذکورہ تفصیلات کے بعد کیا اس شبہہ کی گنجائش ہے کہ فتوی پہلے کیوں جاری نہیں ہوا؟

موقف کے اجراء سے قبل بنگلہ والی مسجد کے وفد کی آمد

باضابطہ فتوی صادر ہونے سے قبل نظام الدین کا ایک وفد دارالعلوم دیوبند پہنچ گیا اور مظاہر العلوم کے ایک استاد مظاہر العلوم کے لیٹر پیڈ پر حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری کا خط لے کر پہنچ گئے اور بنگلہ والی مسجد سے آنے والے وفد نے اکابر دارالعلوم کو یقین دہانی کرائی کہ مولانا رجوع کے لیے تیار ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا مقصد صرف تحفظ دین اور امت کی اصلاح تھی

اکابر دارالعلوم کا مقصد چونکہ صرف اصلاح اور امت کو غلط راستے سے بچانا تھا اور اس سے بہتر اصلاح کی کیا شکل ہو سکتی تھی کہ حضرت مولانا محمد سعد صاحب خود ایسی باتوں سے مجمع میں رجوع کرلیں اور دارالعلوم کے موقف میں جن باتوں کا متفقہ طور پر مطالبہ کیا گیا، عملی طور پر اُس کو تسلیم کرلیں، اس لیے وفد کی مذکورہ بات سامنے آنے پر اکابر دارالعلوم دیوبند نے فتوی عوام میں جاری کرنے کے بجائے ایک نئی امید اور آس کے ساتھ مولانا محمد سعد صاحب ہی کی خدمت میں ارسال کردیا۔

وفد سے حضرت مدنی کی گفتگو اور بعض فضلاء کا ایک اور افسوس ناک عمل

یہاں بھی اکابر دارالعلوم دیوبند کی نظام الدین کے وفد سے ہونے والی گفتگو کو وہی بعض فضلاء توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں اور یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب نے یہ کہا کہ:

> ''اصل مسئلہ فتوی کا نہیں ہے؛ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ مولانا شوری قبول کریں اور ہم شوری قبول کرانے کے لیے فتوی جاری کررہے ہیں، اگر وہ شوری تسلیم کرلیں، تو ہم فتوی روک دیں گے'' اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میں نے اُس گفتگو کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ مولانا نے یہ فرمایا تھا کہ:

''اگر مولانا محمد سعد صاحب شوری کو قبول نہیں کریں گے، تو مسئلہ حل نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اُن کی تربیت نہیں ہوئی ہے اور وہ کم علم ہیں، اُن کے اساتذہ اور دادا پردادا کے زمانے کے اکابر آج موجود ہیں، جب تک وہ اپنے بڑوں کی پابندی قبول نہیں کریں گے، جو اُن کو بیانات میں پابند کریں، اُس وقت تک اُن کی فکر اور اُن کے غلط بیانات پر روک نہیں لگا جاسکتی، آج اگر ہم فتوی جاری نہ کریں، کل پھر وہی غلط بات کہیں گے، پھر ہم سے تقاضہ ہوگا اور ہم مجبور ہونگے فتوی جاری کرنے پر''۔

یہ تھی حقیقت حضرت مدنی کی بات کی، جس کا مطلب بالکل واضح اور صاف ہے کہ حضرت مدنی نے شوری کی بات اس لیے کہی کہ اُن کے غلط بیانات پر روک لگانے کا حضرت مدنی کے نزدیک اس سے بہتر کوئی حل نہیں ہے، اُن کی بات کا ہرگز یہ مطلب نہیں تھا کہ ہم ایک فریق کی حمایت میں فتوی جاری کررہے ہیں، اگر شوری قبول کرلیں، تو فتوی جاری نہیں ہوگا، یہ بات بالکل بے بنیاد اور غلط ہے، شوری قبول کرنے کے بعد بھی اگر اُن کے غلط بیانات سامنے آتے اور اصلاح نہیں ہوتی، تب بھی دارالعلوم دیوبند امت کی اصلاح کے لیے بلاشبہہ فتوی جاری کرتا۔

مجھے افسوس ہے کہ انھیں بعض فضلاء نے حضرت مدنی کی بات کو توڑ مروڑ کر پیش کردیا اور فتوی کو مشکوک کرنے کے لیے حضرت مدنی کی بات کا معنی ہی بدل دیا، اگر دارالعلوم دیوبند کو ایک فریق کی حمایت میں فتوی جاری کرنا تھا، تو دارالعلوم دیوبند نے وفد کے آنے سے پہلے فتوی کیوں جاری نہیں کیا؟ مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں کیوں ارسال کردیا؟ اگر مولانا شوری تسلیم کرلیتے؛ لیکن اُن کے بیانات کا وہی رخ باقی رہتا اور تبلیغی عوام ان کی باتوں کو نقل کرتی رہتی، تو کیا دارالعلوم دیوبند کے اکابر خاموش رہ کر جماعت کے کام کی تائید کرتے رہتے؟

دار العلوم دیوبند

کے موقف کے جواب میں مولانا محمد سعد صاحب کی پہلی تحریر

بات دوسری طرف نکل گئی، اصل بات یہ چل رہی تھی کہ دار العلوم دیوبند نے اپنا موقف عوام میں شائع کرنے کے بجائے مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں بھیج دیا اور ساری دنیا کو یہ پیغام دیا کہ موقف جاری کرنے کا مقصد صرف مولانا کی غلط باتوں کی اصلاح اور امت میں اُن کی جو غلط باتیں چل چکی ہیں، اُن کی تردید ہے، کسی ایک فریق کی حمایت یا دعوت کے کام کی مخالفت مقصد نہیں ہے۔

پہلی تحریر میں اکابر دار العلوم دیوبند پر بددیانتی، بدگمانی اور جماعت کے کام کی مخالفت کا الزام

لیکن دار العلوم دیوبند کے موقف کے جواب میں مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے کئی صفحات میں جو پہلا جواب موصول ہوا، وہ نہایت افسوس ناک تھا، ارباب دار العلوم دیوبند اُس تحریر سے مطمئن نہیں ہو سکے؛ بلکہ اُن کی تشویش میں مزید اضافہ ہو گیا؛ اس لیے کہ اس تحریر میں دار العلوم دیوبند کے اکابر کے بارے میں بددیانتی کا الزام لگاتے ہوئے یہ لکھا گیا کہ یہ فتویٰ مولانا محمد سعد صاحب اور تبلیغی جماعت کی مخالفت کے جذبہ سے لکھا گیا ہے اور مولانا کے جن بیانات پر اہل علم کو اشکال ہے، اُن بیانات کو زیادہ سے زیادہ زبان کی چوک، اظہار خیال میں کوتاہی یا بے احتیاطی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور تحریر کے آخر میں اپنی باتوں کے حوالے اور دلائل پیش کرنے کی بات لکھی گئی۔

پہلے تحریر کا یہ آخری اقتباس ملاحظہ کریں:

”قدیم بیانات میں کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی یا بیان کے وقت تمام حکمتوں اور مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی، اس سے آپ

جیسے عالمی، علمی، دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر واس کے ساتھیوں کے افکار و خیالات، موقف و مسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے، احقر اس کو نہایت افسوس ناک اور دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل اور اُس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے''۔

اب دار العلوم دیوبند کے موقف میں مذکور مولانا کے وہ اقتباسات جو موقف جاری ہونے سے قبل دو سال کے اندر بیان کیے گئے، جن کو قدیم بیانات سے تعبیر کیا جارہا ہے؛ ملاحظہ فرمائیں:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم اور جماعت کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کی مناجات کے لیے خلوت وعزلت میں چلے گئے، جس سے بنی اسرائیل کے پانچ لاکھ ۸۸ ؍ہزار افراد گمراہ ہوگئے، اصل تو موسیٰ علیہ اسلام تھے، وہی ذمہ دار تھے، اصل کو رہنا چاہیے، ہارون علیہ السلام تو معاون اور شریک تھے''۔

''نقل وحرکت توبہ کی تکمیل وتزکیہ کے لیے ہے، توبہ کی تین شرطیں تو لوگ جانتے ہیں، چوتھی شرط نہیں جانتے، بھول گئے، وہ کیا ہے، خروج، اس شرط کو لوگوں نے بھلادیا، ۹۹؍قتل کرنے والے کی پہلی ملاقات راہب سے ہوئی، راہب نے اُس کو مایوس کردیا، پھر اُس کی ملاقات ایک عالم سے ہوئی، عالم نے کہا کہ تم فلاں بستی کی طرف خروج کرو، اُس قاتل نے خروج کیا، تو اللہ نے اُس کی توبہ قبول کرلی، اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے لیے خروج شرط ہے، اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی، یہ شرط لوگ بھول گئے، توبہ کی تین شرطیں بیان کرتے ہیں، چوتھی شرط، یعنی: خروج بھول گئے''۔

''ہدایت ملنے کی جگہ مسجد کے علاوہ کوئی نہیں، وہ دینی شعبے جہاں دین ہی پڑھایا جاتا ہے، اگر اُن کا بھی تعلق مسجد سے نہیں، تو خدا کی قسم اُس میں بھی دین نہیں ہوگا، ہاں دین کی تعلیم ہوگی، دین نہیں ہوگا'' (اس اقتباس میں مسجد کے تعلق سے اُن کا منشا مسجد میں جاکر نماز پڑھنا نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بات انھوں نے مسجد کی اہمیت اور دین کی بات مسجد ہی میں لاکر کرنے کے سلسلے میں اپنے مخصوص نظریہ کو بیان کرتے وقت

کہی ہے، جس کی تفصیل آڈیو میں موجود ہے، اُن کا نظریہ یہ بن چکا ہے کہ دین کی بات مسجد سے باہر کرنا خلافِ سنت ہے، انبیاء اور صحابہ کے طریقہ کے خلاف ہے)

''اجرت لے کر دین کی تعلیم دینا دین کو بیچنا ہے، زنا کار لوگ تعلیم قرآن پر اجرت لینے والوں سے پہلے جنت میں جائیں گے''۔

''میرے نزدیک کیمرے والا موبائیل جیب میں رکھ کر نماز نہیں ہوتی، تم علماء سے جتنے چاہے فتوے لے لو، کیمرے والے موبائل سے قرآن کا سننا اور پڑھنا قرآن کی توہین کرنا ہے، اس میں گناہ ملے گا، کوئی ثواب نہیں ملے گا، اس کی وجہ سے اللہ تعالی قرآن پر عمل کرنے سے محروم کر دیں گے، جو علماء اس سلسلے میں جواز کا فتوی دے رہے ہیں، میرے نزدیک وہ علماء سوء ہیں، علماء سوء ہیں، اُن کے دل ودماغ یہود ونصاری سے متاثر ہیں، وہ بالکل جاہل علماء ہیں، میرے نزدیک جو عالم اس کے جواز کا فتوی دے، خدا قسم اُس کا دل اللہ کے کلام کی عظمت سے خالی ہے، یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھ سے ایک بڑے عالم نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ اصل میں اِس عالم کا دل اللہ کی عظمت سے خالی ہے، چاہے اِس کو بخاری یاد ہو، بخاری تو غیر مسلم کو بھی یاد ہو سکتی ہے''۔

''ہر مسلمان پر قرآن کو سمجھ کر پڑھنا واجب ہے، واجب ہے، واجب ہے، جو اس واجب کو ترک کرے گا، اُس کو ترک واجب کا گناہ ملے گا''۔

ان اقتباسات میں اہل حق علماء غور فرمائیں کہ ان کو صرف زبان کی چوک، بے احتیاطی اور اظہار خیال میں کوتاہی کہنا کس حد تک صحیح ہے؟

تبلیغی مرکز کی طرف منسوب ایسی تحریر کی ماضی میں کوئی مثال نہیں ملتی اور تبلیغی جماعت کے سابقہ ذمہ داران کا عمل اس کے خلاف رہا ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا؟

کیا ہی اچھا ہوتا کہ مولانا محمد سعد صاحب موقف کو لے کر خود دار العلوم دیوبند تشریف لے آتے اور بالمشافہ ارباب دار العلوم سے ملاقات کر لیتے، آخر اس فتوی کو لے کر سہارنپور حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری کی خدمت میں تشریف لے گئے؛ لیکن دیوبند آنے کی زحمت نہیں فرمائی؟ شاید یہاں بھی وہی بعض فضلاء کی کوئی خاص حکمت عملی تھی یا مولانا کے سامنے اُن کی بے بسی تھی؟

مولانا محمد سعد صاحب کی پہلی تحریر پر دار العلوم دیوبند کا جوابی خط

مولانا محمد سعد صاحب کی پہلی تحریر کے جواب میں دار العلوم دیوبند کی طرف سے جو خط ارسال کیا گیا تھا، وہ بہت اہم ہے اور اُس سے معاملہ کی حقیقت بہت حد تک واضح ہوجاتی ہے، اس لیے بعینہ اُس کو نقل کیا جاتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مولانا محمد سعد صاحب وفقنا اللہ وایاکم لما تحبہ وترضاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت خواہ بحمدہ وتعالی بعافیت ہے۔

’’تحریر طلب امر یہ ہے کہ آنجناب کا مرسلہ مکتوب پڑھ کر مسرت ہوئی، کیونکہ ہماری سعادت مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اگر ہم سے اللہ رب العزت کے پسندیدہ دین کے احکام میں یا اُن کے منتخب وبرگزیدہ شخصیات علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں بھول چوک سے کوئی خطا سرزد ہوجائے، تو تنبہ پر بغیر کسی تاخیر کے اس سے رجوع اور اُس کے ناگوار اثرات کے تدارک کی مخلصانہ کوشش کی جائے، آپ کے مرسلہ گرامی نامہ کے ابتدائی حصہ سے بظاہر یہی تاثر ہوتا ہے، جو کہ بلاشبہ قابل

قدر ہے؛ لیکن خط کے آخری حصہ سے یہ تاثر ختم ہوجاتا ہے۔

کیونکہ خط کے آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ:

''امور سطور بالا'' کے بالمقابل قدیم بیانات میں احقر کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی یا بیان کے وقت تمام حکمتوں یا مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی، اُس سے آپ جیسے عالمی، علمی، دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر واس کے ساتھیوں کے افکار و خیالات، موقف و مسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے، احقر اس کو نہایت افسوس ناک اور دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعان سمجھتا ہے''۔(بلفظہ)

''اس سلسلے میں عرض ہے کہ اولاً تو دار العلوم دیوبند کے موقف کی بنیاد آپ کے صرف پرانے بیانات نہیں ہیں؛ بلکہ ماضی قریب کے بیانات بھی ہیں؛ بلکہ ایک اقتباس کے کچھ اجزاء کو چھوڑ کر باقی تمام اقتباسات قریبی وقت کے ہیں۔

''ثانیاً آپ کے حالیہ بیانات میں مدارس، علماء اور اہل اللہ سے قربت کی ترغیب تو دی گئی ہے؛ لیکن قابل اشکال باتوں سے رجوع یا اُن کی تردید کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

''تیسری بات یہ ہے کہ آپ کے مراسلہ کا آخری اور اختتامی حصہ صاف بتا رہا ہے کہ آپ کے نزدیک دار العلوم دیوبند کا یہ فتوی (جس کے پیش نظر یہ طویل مکتوب ارسال کیا گیا ہے) بدگمانی اور دعوت وتبلیغ کے کام اور اُس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون کے جذبہ سے مرتب کیا گیا ہے، آنجناب کا یہ وہم اور خیال یکسر نادرست اور غلط ہے، فتاویٰ بدگمانی کی بنیاد پر نہیں ہے؛ بلکہ بیان شریعت کے لیے جاری کیے جاتے ہیں، پھر آنجناب کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ ''سوءظن اور بدگمانی''، علمی اور شرعی اعتبار سے اُس ظن و گمان کو کہا جاتا ہے، جو قرائن و امارات و علامات کے بغیر قائم کیا جاتا ہے، جس ظن و گمان کی بنیاد قرینہ و امارت و علامت پر ہو، اسے سوءظنی اور بدگمانی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا ہے، علاوہ ازایں دار العلوم دیوبند کا یہ فتوی اور موقف تو آپ کی صریح اور غیر محتمل

عبارتوں پر مبنی ہے، تو اسے بدگمانی پر محمول کرنا بجائے خود یک گونہ بدظنی ہے۔

''بایں ہمہ چونکہ آپ ملک کے ایک نہایت معروف علمی و دینی خاندان کے ایک فرد ہیں، پھر دعوت و تبلیغ کی آپ سے پشتینی وابستگی ہے، اس کے پیش نظر اِس فتوی میں آنجناب کے ساتھ حسن ظن کے پہلو کو راجح رکھا گیا ہے؛ مگر وائے افسوس کہ آپ اسے بھی بدگمانی پر محمول کر رہے ہیں، رہا دارالعلوم دیوبند کا جماعت تبلیغ کے ساتھ بے لوث خیر خواہی کا تعلق اور اپنی تعلیمی و تدریسی مشاغل کی رعایت کے ساتھ تعاون، تو یہ عالم آشکارا ہے، اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

''مزید یہ ہے کہ خط کے آخر میں نوٹ کے عنوان سے آپ نے لکھا ہے کہ احقر کے بیانات پر جو اعتراضات ہیں، اُن کے متعلق احقر کی کم علمی کے باوجود جو معلومات اور اُن کے علمی مراجع وغیرہ آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی آراء اور افکار و نظریات کو صحیح سمجھتے ہیں اور اُن کے دلائل فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

''آنجناب کے نام اس مراسلہ کے بعد مراسلت کے سلسلہ کو درازی سے بچانے کی غرض سے یہ خیال ہو رہا ہے کہ اب دارالعلوم دیوبند کا متفقہ موقف اہل مدارس، اہل علم اور امت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کر دیا جائے، تاکہ جماعت کا یہ مبارک کام غلط نظریات و افکار کی آمیزش سے بچ سکے اور اس کی افادیت اور علمائے حق کے درمیان اس کا اعتماد قائم رہے۔ ابوالقاسم نعمانی۔ ۵/۳/۱۴۳۸ھ''

(رسالہ سعادت نامہ، ص:۱۵)

بہر حال! ارباب دارالعلوم دیوبند نے مجبور و مایوس ہو کر مولانا کی پہلی تحریر کا جواب اُن کو ارسال فرما دیا اور ملک و بیرون ملک کے اہل علم حضرات کی خدمت میں اپنا موقف اس وضاحت کے ساتھ بھیج دیا کہ:

''دارالعلوم دیوبند اکابر کی قائم کردہ جماعت تبلیغ کے مبارک کام کو غلط نظریات اور افکار کی آمیزش سے بچانے اور اکابر کے مسلک و مشرب پر قائم رکھنے، نیز جماعت

کی افادیت اور علمائے حق کے درمیان اُس کے اعتماد کو باقی رکھنے کے لیے اپنا متفقہ موقف اہل مدارس، اہل علم اور امت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کرنا ایک دینی فریضہ سمجھتا ہے، اللہ تعالی اس مبارک جماعت کی ہر طرح حفاظت فرمائے اور ہم سب کو مسلکا وعملا راہ حق پر قائم رہنے کی توفیق بخشے'' آمین۔

فتویٰ جاری ہونے کے بعد مولانا محمد سعد صاحب کا افسوس ناک عمل

فتوی جاری ہونے کے بعد مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے دوسرا افسوس ناک عمل یہ سامنے آیا کہ مولانا نے دارالعلوم دیوبند بھیجی گئی اپنی تحریر کو مرکز نظام الدین کی طرف سے شائع کرادیا اور امت کو یہ تاثر پیش کرنے کی کوشش کی کہ ہماری تحریر صحیح تھی؛ لیکن دارالعلوم دیوبند نے پھر بھی اس کو قبول نہیں کیا اور فتوی جاری کردیا۔

مولانا محمد سعد صاحب کی دوسری تحریر اور دارالعلوم دیوبند کا مشفقانہ ردعمل

موقف جاری ہونے کے بعد مولانا محمد سعد صاحب کے بعض موقر رشتہ داروں کی طرف سے کوشش کی گئی کہ دوسرا رجوع نامہ دارالعلوم دیوبند بھیجا جائے، چنانچہ پہلے رجوع نامہ سے قابل اشکال اجزاء حذف کر کے دوسرا رجوع نامہ لے کر حضرت مولانا نورالحسن صاحب راشد کاندھلوی اپنے بعض رفقاء کے ساتھ دارالعلوم دیوبند پہنچے، اکابر دارالعلوم دیوبند نے دوسری تحریر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور ذمہ داران دارالعلوم کی اُسی دن ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں دوسری تحریر پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بطور رسید ایک تحریر اسی وقت حضرت مولانا نورالحسن صاحب کے حوالہ کردی گئی اور تفصیلی تحریر تیار کر کے شائع کرنے کا وعدہ کرلیا گیا۔

پورے معاملے میں سب سے زیادہ قابل افسوس اور باعث حیرت بات

احقر کی معلومات کی حد تک اکابر دار العلوم دیو بند نے بعد میں اپنے وعدہ کے مطابق تفصیلی تحریر تیار کر کے بڑے اساتذہ کرام اور ارباب افتاء کے دستخط اور اہتمام اور دار الافتاء کی مہر کے ساتھ دستی مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں روانہ کر دی تھی؛ لیکن !.... تحریر نظام الدین پہنچنے ہی والی تھی کہ ارباب دار العلوم دیو بند کو یہ اطلاع ملی کہ آج ہی نظام الدین میں مولانا محمد سعد صاحب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو نہایت تفصیل اور شدت کے ساتھ بیان فرمایا ہے، حالانکہ دار العلوم کے فتوی میں سب زیادہ قابل اشکال یہی واقعہ تھا جس میں براہ راست ایک اولوالعزم پیغمبر پر آنچ آرہی تھی، مولانا محمد سعد صاحب کی طرف منسوب دو رجوع نامے دار العلوم دیو بند موصول ہونے کے بعد مرجوع عنہ واقعہ کو بیان کرنے سے ارباب دار العلوم دیو بند ہی نہیں؛ بلکہ ملک و بیرون ملک کے موقر علماء کو جو سخت صدمہ پہنچا، وہ نا قابل بیان ہے اور پہلے کی طرح ایک بار پھر مایوسی ہاتھ آئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیان بعینہ نقل کر دیا جائے:

دوسرا جواب بھیجنے کے بعد مولانا محمد سعد صاحب کا بیان
بتاریخ: ۱۳؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بہ روز منگل، بعد نماز فجر

''دعوت کا چھوٹ جانا یہ امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے، خوب غور سے سننا میں کیا کہہ رہا، دعوت کا چھوٹ جانا یہ امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے، دعوت کا چھوٹ جانا یہ امت کی گمراہی کا یقینی سبب ہے، علماء نے لکھا ہے کہ کہ دعوت الی اللہ کا چھوٹ جانا یہ گمراہی کا سبب ہے؛ بلکہ یہاں تک لکھا ہے مفسرین نے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر اللہ کی رضا اور اُس کو خوش کرنے کے لیے اپنی قوم کو چھوڑ کر تنہا عبادت میں مشغول ہو گئے اور قوم پیچھے رہ گئی، قوم پیچھے رہ گئی، اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ''ما اعجلک

عن قومک یا موسیٰ''، اے موسیٰ، تمہیں جلدی میں کس نے ڈال دیا، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، میں آپ کو راضی کرنے کے لیے جلدی آگے بڑھ گیا، دھیان سے سننا بات، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! ہم نے تمھارے پیچھے قوم کو فتنے اور آزمائش میں ڈال دیا، علماء نے لکھا ہے کہ وجہ یہ ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام بجائے قوم کو ساتھ لے کر آنے کے قوم کو چھوڑ کر آ گئے، چالیس رات موسیٰ علیہ السلام نے عبادت میں گذاری، اللہ کی شان کہ چھ لاکھ بنی اسرائیل جو سب کے سب ہدایت پر تھے، **چالیس دن موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا، میں یہ بات جو کہہ رہا ہوں سمجھ کر کہہ رہا ہوں، صرف چالیس رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا عمل نہیں کیا، چالیس رات موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مشغول رہے،** اس چالیس رات کے عرصے میں پانچ لاکھ اٹھاسی ہزار بنی اسرائیل بچھڑے کی عبادت پر جمع ہو گئے، اُن سب نے یہ کہا کہ ہم سب بچھڑے کی عبادت کرتے رہیں گے، جب تک موسیٰ علیہ السلام واپس نہیں آئیں، صرف بارہ ہزار بنی اسرائیل ہدایت پر رہے، باقی بچھڑے کی عبادت پر جمع ہو گئے''۔اھ۔

ایک اولوالعزم پیغمبر پر ترکِ دعوت کے الزام پر جو شرعی حکم لگتا ہے، وہ اہلِ علم اور مفتیانِ کرام سے مخفی نہیں؛ لیکن شاید جوابی خط میں اسی وجہ سے یہ لکھا گیا:

''بایں ہمہ چونکہ آپ ملک کے ایک نہایت معروف علمی و دینی خاندان کے ایک فرد ہیں، پھر دعوت و تبلیغ کی آپ سے پشتینی وابستگی ہے، اس کے پیشِ نظر اس فتوی میں آنجناب کے ساتھ حسنِ ظن کے پہلو کو راجح رکھا گیا ہے''۔

رجوع ناموں میں شبہہ

دوسرے رجوع نامے کے بعد مولانا کے مذکورہ بیان کو دوہرانے سے اُن کی طرف منسوب جواب نامے حددرجہ مشکوک ہوگئے اور یہ نتیجہ نکلا کہ دارالعلوم دیوبند کے موقف کو یا تو پڑھا ہی نہیں گیا تھا اور دارالعلوم دیوبند کی تحریر کو حسب سابق قابل اعتنا ہی نہیں سمجھا گیا اور اگر پڑھا گیا تھا تو دومرتبہ رجوع نامہ بھیجنے کے بعد مرجوع عنہ بیان کے دوہرانے کا یہی مطلب ہوا کہ مولانا محمد سعد صاحب اپنی بات اور اپنے نظریہ پر قائم ہیں، رجوع کے نام سے جو تحریریں لکھی جارہی ہیں، وہ بعض فضلائے دارالعلوم کی کاوشیں معلوم ہوتی ہیں، باقی حقیقت کا صحیح علم اللہ علام الغیوب ہی کو ہے۔

ایک اور قابل تشویش بات

اسی موقع پر مولانا سعد صاحب کے ایک قریبی فاضل دیوبند کا یہ تبصرہ بندے کے علم میں آیا کہ:

دراصل فتوی کے اثرات کو ختم کرنے کی ایک ہی شکل ہے کہ جس سطح پر فتوی جاری ہوا ہے، اسی سطح پر رجوع نامہ کی اصطلاح عوام میں عام کردی جائے اور دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اطمینان کی تحریر شائع کرائی جائے۔ باقی مولانا کی باتیں بالکل صحیح ہیں، جس کا جواب ہم لوگ دیں گے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ)

بالآخر اکابر دارالعلوم دیوبند نے اپنی تفصیلی تحریر راستہ سے واپس منگالی۔

دوسری تحریر کے جواب میں دارالعلوم دیوبند کا اجمالی تحریر حوالہ کرنا اور تفصیلی تحریر بھی لکھ کر رجوع نامہ پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے روانہ کردینے کے بعد کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے موقف ایک فریق کی حمایت کے لیے جاری کیا تھا؟

بعض فضلاء کا ایک اور افسوس ناک عمل

دوسرے رجوع نامہ سے متعلق بعض فضلاء کا ایک بیان واٹسپ پر سنا گیا، جو انھوں نے مہاراشٹر کے ایک علاقے میں کیا:

موصوف عوام کو سمجھا رہے ہیں کہ دوسرے رجوع نامے کے بعد اطمینان کی تحریر دار العلوم کی طرف سے بھیج دی گئی تھی؛ لیکن درمیان کے لوگوں نے اُس کو رکوا دیا ، پھر درمیان کے لوگوں کو موصوف اپنے تبصرے سے نواز رہے ہیں۔

حیرت اور تعجب ہے اِس عقیدت پر کہ دار العلوم دیوبند کے تحریر واپس منگوانے پر سوال قائم کیا جارہا ہے اور امت کے سامنے اِس عمل کو مشکوک بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور سیدھے سادھے عوام کو اپنے بیان سے یہ سمجھایا جارہا ہے کہ اکابر دار العلوم دیوبند کمزور، کم فہم، منفعل مزاج اور غیر مخلص ہیں، یہ درمیان کے لوگوں کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔

لیکن موصوف نے دوبار رجوع کے بعد حضرت مولانا کے بیان دوہرانے پر کسی طرح کی لب کشائی نہیں فرمائی ؟ بایں عقل و دانش بباید گریست ۔اسے اندھی عقیدت نہ کہا جائے ،تو کیا کہا جائے ؟ کیا یہی درمیان کے لوگوں کا انصاف ہے؟

مولانا محمد سعد صاحب کی تیسری افسوس ناک تحریر
اور دار العلوم دیوبند کا جواب

مرجوع عنہ بیان کو دوہرانے کے بعد کافی مدت تک خاموشی رہی ؛ لیکن بنگلہ دیش اجتماع میں جانے سے قبل مولانا محمد سعد صاحب کی طرف منسوب تیسری تحریر دار العلوم دیوبند موصول ہوئی، احقر کی نظر میں یہ تحریر پہلی تحریر سے زیادہ افسوس ناک ہے، جس کی کچھ تفصیل پیش ہے:

● حضرت مہتمم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے رجوع نامہ کی ابتداء یہ ہے:

"آنجناب نے بندے کے چند مختلف بیانات کو قابل اعتراض قرار دیتے ہوئے جو تحریر مرتب فرمائی تھی، جسے عوام میں فتوی کا نام بھی دیا گیا"

حالانکہ اس موقف پر دار العلوم کے سارے مفتیان کرام کے دستخط موجود ہیں اور دار الافتاء کی مہر بھی ثبت ہے، پھر بھی عوام میں فتوی کا نام دینے پر دار العلوم دیوبند پر طنز کیا جار ہا ہے۔

● ابتدائی چند سطروں کے بعد یہ عبارت ہے:

"آپ کی تحریر میں کچھ باتیں ایسی بھی تھیں جو در حقیقت سلف کے مفسرین کے ایسے کلام سے ماخوذ تھیں جو شاید معترض حضرات کی نظر سے نہیں گذرا... اور چند سطروں کے بعد لکھا ہے کہ: میں اپنے بیانات سے رجوع کرتا ہوں، اس لیے نہیں کہ وہ تفسیر بالرائے تھی؛ بلکہ اس لیے کہ وہ مرجوح تھی۔۔۔(بلفظہ)

اکابر دار العلوم کو معترض قرار دیتے ہوئے اُن کی کوتاہ علمی کو واضح کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، اس جملے سے مفتیان دار الافتاء اور اساتذہ دار العلوم پر ایسا طنز کیا گیا ہے، جس کی تبلیغ کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اور رجوع کرتے ہوئے بھی مقابلہ آرائی کی کوشش کی جارہی ہے اور اپنے علم کو پیش کیا جارہا ہے، ایسی جگہ سے جہاں دار العلوم دیوبند کی کسی تحریر کا جواب دینا اب تک خلاف اصول قرار دیا جاتا رہا اور خطوط کو سر دبستہ میں ڈال دیا گیا، کیا اسی کو رجوع کہتے ہیں؟ کیا رجوع کا یہ طریقہ بھی سیرت صحابہ سے ثابت ہے؟ ہمارے اکابر کے رجوع کا کیا یہی طریقہ تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ جس بات کو سلف کے مفسرین کے کلام سے ماخوذ قرار دیا جارہا ہے، جو معترض حضرات کی نظر سے نہیں گذرا، وہ قطعاً کسی مفسر سے منقول نہیں ہے، کیا کسی مفسر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق آیات قرآنی کی تفسیر میں یہ الزام عائد کیا ہے کہ:

''چالیس دن موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا کام نہیں کیا، صرف چالیس رات موسیٰ علیہ السلام نے دعوت الی اللہ کا عمل نہیں کیا، چالیس رات موسیٰ علیہ السلام عبادت میں مشغول رہے''۔

کیا کسی مفسر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ترکِ دعوت کا الزام لگایا ہے؟ کیا کسی نے اس موقع پر دعوت اور عبادت کا تقابل دکھلایا ہے؟ قوم کو چھوڑ کر جلدی جانے کی وجہ سے یہ اللہ کی طرف سے تنبیہ کی بات تو یقینا بعض تفسیروں میں ملتی ہے، جو نہایت مرجوح ہے؛ لیکن ترک دعوت کا الزام اور دعوت اور عبادت میں تقابل کی بات اگر کسی کو مفسرین کے اقوال میں ملے، تو بندے کو مطلع فرمائیں۔

تفسیر بالرائے کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے کہ ایک مفروضہ قائم کر کے آیت قرآنی کو اُس پر منطبق کیا جائے اور اس سے نتائج نکالنے کی کوشش کی جائے۔

● تیسرے رجوع نامہ کو دوسرے رجوع نامہ سے یہ کہہ کر ملا دیا گیا کہ دوسرا رجوع نامہ اجمالی تھا اور اب یہ تفصیلی ہے اور یہ تاثر دیا گیا کہ ہم اجمالی اور تفصیلی ہر طرح کا رجوع نامہ بھیج رہے اور اپنی ذمہ داری اداء کر رہے ہیں، دوسرے رجوع نامہ کے بعد دار العلوم دیوبند کی اجمالی اور تفصیلی تحریر اور نظام الدین میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان کو دوہرانے سے متعلق درمیان کی ساری اذیت ناک تفصیلات سے گریز کر لیا گیا اور اُس پر کوئی معذرت پیش نہیں کی گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

● موبائل سے قرآن پڑھنا اور سننا بے ادبی ہے، اس حکم کو اپنی رائے بتانے کے ساتھ ساتھ دوسرے بعض اہل علم کی طرف بھی منسوب کر دیا گیا، دوسرے اہل علم کون ہیں؟ اس کو واضح نہیں کیا گیا۔ پھر نماز کا مسئلہ اسی پر متفرع کر دیا گیا، پھر اسی کو بنیاد بنا کر دار العلوم کو ایک قیمتی مشورے سے نوازا گیا کہ جس معاملے میں علمائے معاصرین کی آراء مختلف ہوں، جس طرح عوام کے مجمع میں اسے شدت کے ساتھ بیان کرنا درست طرز عمل نہیں، اسی طرح اگر کوئی اس

معاملے میں محتاط رائے رکھتا ہو،تو ایسی بات نہیں کہ اُس کی بناء پر اسے گمراہ یا اہل سنت سے خارج قرار دیا جائے۔

اپنی رائے کو محتاط قرار دیا جارہا ہے اور دوسرے اہل علم کی فرضی رائے بنائی جارہی ہے اور غلط مفروضہ قائم کر کے دارالعلوم دیوبند کے اکابر کو مشورہ دیا جارہا ہے۔احقر کی نظر میں تبلیغ کے تین ادوار میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی؟

کیا دارالعلوم دیوبند نے حضرت مولانا سعد صاحب کو قطعی طور پر گمراہ اور اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دیا تھا؟

دارالعلوم کے موقف کی محتاط تعبیر ملاحظہ فرمائیں:

''ہم ان معروضات کی روشنی میں امت مسلمہ بالخصوص عام تبلیغی احباب کو اس بات سے آگاہ کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ مولوی محمد سعد صاحب کم علمی کی بناء پر اپنے افکار ونظریات اور قرآن وحدیث کی تشریحات میں جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے راستے سے ہٹتے جارہے ہیں؛ جو بلاشبہ گمراہی کا راستہ ہے''۔

مذکورہ جملے سے یہ بات واضح ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے قطعی حکم لگانے کے بجائے یہ تعبیر استعمال کی ہے:

جمہور کے راستے سے ہٹتے جارہے ہیں

دارالعلوم دیوبند نے مولانا کو گمراہ نہیں لکھا ہے؛ بلکہ جمہور کے راستے کے خلاف دوسرا راستہ اختیار کرنے کو گمراہی کا راستہ قرار دیا ہے۔کیا یہ دارالعلوم دیوبند کے موقف کا اعتدال نہیں ہے؟ جس کا طنزیہ اسلوب میں مقابلہ کیا جارہا ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب کے تیسرے جواب نامہ پر جو تبصرہ کیا گیا ہے، وہ برحق اور حقیقت پر مبنی ہے، شاید اسی وجہ سے تیسری تحریر کے جواب میں دارالعلوم دیوبند نے یہ لکھا کہ:

مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے ۱۰ / ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کو رجوع

کے سلسلے میں ایک نئی تحریر موصول ہوئی ہے، **جس کے تمام مشمولات اور تفصیلات سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔**

گویا تیسرے رجوع نامہ سے دارالعلوم دیوبند ہرگز مطمئن نہیں تھا؛ لیکن بے اطمینانی کی وجوہات کو لکھنا معاملہ کو مزید دراز کرنا تھا، جس کا کوئی فائدہ نہیں تھا، اس لیے کہ سابقہ تحریروں سے معاملہ کی حقیقت واضح ہو چکی تھی اور دارالعلوم دیوبند اپنا فرض منصبی اداء کر چکا تھا، اس لیے مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے چوتھے رجوع نامہ کے پہنچنے کے بعد دارالعلوم دیوبند نے مولانا کی تیسری تحریر اور اپنا جواب شائع کر دیا اور وفد سے کہہ دیا کہ ہمارا معاملہ اب ختم ہو چکا ہے، تاکہ امت کے اہل حق علماء اور سمجھدار احباب خود دونوں تحریروں کو ملاحظہ فرما کر حقیقت حال سے واقف ہو جائیں۔

ایک سوال؟

کیا کسی نے حضرت مولانا کی زبانی ابھی تک کسی مسئلے میں یہ بات سنی کہ:

مجھ سے فلاں بات کے بیان کرنے میں غلطی ہوگئی یا میں نے فلاں بات غلط کہہ دی تھی، اب صحیح بات یہ ہے، اس لیے میری پرانی بات کو ہرگز نقل نہ کیا جائے، میں پہلی بات سے رجوع کرتا ہوں؟

جوابی تحریروں کے بعد بھی مولانا محمد سعد صاحب کے بیانات کا رخ

اہل علم کے لیے یہ بات نہایت تشویش ناک ہے کہ دارالعلوم دیوبند سے اتنی لمبی مدت مراسلت کے بعد اور بعض فضلاء کے ذریعے عوام میں زور و شور کے ساتھ رجوع کی بات مشہور کرنے کے بعد بھی حضرت مولانا کے بیانات کا رخ نہیں بدلا؛ بلکہ

وہی مجتہدانہ انداز، میری رائے ، میری رائے ، میرے نزدیک اور قسمیہ جملے ،غلط استدلالات،قرآنی آیات کی مرجوح تفسیر،صحابہ کے واقعات سے غلط نتائج اخذ کر کے جماعت کے کام پر منطبق کرنا، خاص طریقہ کار کو عین سنت قرار دینا، جماعت میں نکلنے کو قرآن کریم کی خاص اصطلاح نفر کا مصداق قرار دے کر مروجہ خروج کو مقصود لعینہ قرار دینا اور نہ نکلنے والوں کو امر الٰہی کا تارک قرار دینا، اس طرح کی بہت سی باتیں مسلسل سامنے آرہی ہیں۔ بندے نے جوابی تحریروں کے بعد حضرت مولانا کے صرف دو تین ہی بیانات سنے، جن میں مذکورہ قابل تشویش باتیں بالکل واضح طور پر سامنے آئیں، جس سے تشویش میں اضافہ ہو گیا۔

خلاصہ

الغرض دار العلوم دیو بند کا موقف اور فتوی برسوں کی مثبت کوششوں کے بعد محض تحفظ دین اور امت کی اصلاح کے پیش نظر جاری کیا گیا تھا، یہ وقتی حالات سے متاثر ہو کر جلد بازی میں اٹھا گیا قدم ہرگز نہیں تھا، اس موقف کے جواب اور جواب الجواب میں جو تحریریں دار العلوم دیو بند موصول ہوئیں، وہ نہایت افسوس ناک، بنگلہ والی مسجد کی سابقہ روایات کے خلاف اور اکابر دار العلوم کے ساتھ بدگمانی اور بے جا الزامات پر مبنی تھیں اور ان تحریروں کے بعد بھی بیانات میں قرآن و حدیث کی غلط اور مرجوح تشریحات اور جماعت کے کام سے متعلق اکابر کی روش سے ہٹ کر غلط فکر برقرار ہے اور دار العلوم دیو بند کے موقف سے متعلق بعض فضلاء کی طرف سے جو منفی تحریریں عام کی جارہی ہیں، وہ دجل وتلبیس، غلط بیانی، علمی خیانت اور اخلاقی پستی پر مبنی ہیں۔

آخری بات پر خصوصی توجہ فرمائیں

ایک اہم بات یہ بھی قابل ذکر ہے جس پر میں علمائے حق، خصوصاً فرزندان دارالعلوم دیوبند کو غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں کہ دارالعلوم دیوبند جماعت کے داخلی اختلاف میں اگرچہ غیر جانبدار ہے، لیکن یہ یہاں کے اکابر کا بڑا پن ہے۔

جس ادارے سے فیض حاصل کر کے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے یہ کام شروع کیا اور ہر اہم موقع پر یہاں کے اکابر سے رائے مشورہ کیا، اُن کی خدمت میں خطوط بھیجے، اجتماعات میں اُن کی شرکت کروائی، اُن سے اس کام کی سرپرستی کی درخواست کی، ساری دنیا میں اس جماعت پر جب جب بھی فرقہ باطلہ یا فرقہ ضالہ کی طرف سے انگلیاں اٹھائی گئیں، اکابر دیوبند ہی نے اُس کا سد باب کیا اور ہر طرح اس جماعت کے اعتماد کو عوام کے درمیان باقی رکھا، آج اسی جماعت کے بعض ذمہ داران میں استغنایت کی یہ شان پیدا ہوگئی کہ جب پوری دنیا اختلاف کی آگ میں جل رہی ہے، اپنے پرائے بن رہے ہیں، ہر طرف انتشار وخلفشار نظر آرہا ہے، مسجد کے درمیان دیواریں کھڑی ہونی شروع ہوگئی ہیں، محلہ محلہ نہیں؛ بلکہ گھر گھر، باپ بیٹوں اور بھائی بھائی میں پھوٹ پڑ گئی ہے، بعض علاقوں میں طلاق کے واقعات تک پیش آنے لگے ہیں، ایسے سخت حالات میں کیا ہمیں چند ایسے بڑے بھی اعتماد کے لائق نظر نہیں آتے، جن کو جمع کرنے کی دعوت دے کر باہمی گفت وشنید کے ذریعہ مسئلہ کو حل کیا جائے اور امت مسلمہ میں امن وامان قائم کیا جائے، ساری دنیا جانتی ہے کہ اختلاف کو اگر کوئی ختم کرسکتا ہے، تو وہ صرف اور صرف ایک ہی شخصیت (حضرت مولانا محمد سعد صاحب) ہیں، دنیا جانتی ہے کہ اُن کی طرف سے اس سلسلے میں کوئی بھی ادنی کوشش سامنے نہیں آئی؛ ہاں یہ بات ضرور پہنچی ہے کہ اکابر دیوبند یا ملک وبیرون

ملک کی کسی بھی مستند اور محترم شخصیت نے مصالحت کے لیے اپنی خدمت کو پیش کیا، تو اُس سے معذرت کر دی گئی اور کہا گیا کہ یہ ہمارا داخلی اور انتظامی مسئلہ ہے، جس کو ہم خود حل کریں گے، اس میں کسی کو ثالث نہیں بنایا جا سکتا؟ بلکہ ثالثی کا کردار اداء کرنے والوں کے خلاف ناگفتہ بہ حالات پیدا کر دیے گئے، بعض معزز عربوں کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا، وہ معروف و مشہور ہے۔

کیا ایسے سخت حالات میں ثالث بنانا ناجائز و حرام ہے؟

کیا یہ اکابر تبلیغ کے اصول کے خلاف ہے؟

کیا اس رویہ سے بنگلہ والی مسجد کی مرکزیت کو باقی رکھا جا سکتا ہے؟

کیا مشائخ اور اکثر علمائے حق اور امت کے سنجیدہ طبقے سے کٹ کر؛ بلکہ مقابلہ آرائی کے ذریعے اصلاح کی اس عظیم الشان محنت کو چلایا جا سکتا ہے؟

کیا موجودہ رخ سے یہ محنت امت میں دینداری کا جذبہ پیدا کر رہی ہے یا فتنہ فساد، غیبت و اتہامات کا ذریعہ بن رہی ہے؟

کیا حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال کے وقت ملک کے اکابر اور مشائخ بنگلہ والی مسجد میں جمع نہیں ہوئے تھے اور ایک بڑے فتنے کو انھوں نے نہیں سنبھالا تھا؟

اگر دار العلوم دیوبند لائق اعتناء نہیں ہے، تو کیا ہماری نظر میں ہندوستان کے مشائخ اور علماء میں چند افراد بھی ایسے نہیں ہیں، جن سے اس مسئلے میں مشورہ کیا جائے اور اجتماعیت کی کوئی راہ نکالی جائے؟

کیا اس میں بھی وہی بعض فضلاء تو حائل نہیں بنے ہوئے ہیں؟

افسوس صد افسوس! میں جب سنتا ہوں کہ اکابر دار العلوم دیوبند اعلان کر رہے ہیں کہ ہم غیر جانبدار ہیں، تو مجھے رونا آتا ہے اور میں اس خیال میں ڈوب جاتا ہوں کہ یا اللہ! اس عالم گیر فتنے میں بھی امت کے مقتدا اور علمائے دیوبند کے جانشین، اہل السنۃ والجماعۃ کی فکر کے ترجمان، جماعت کے کام کے موئید

بزرگ ہستیوں کے اس بڑے پن کے باوجود آخر کس وجہ سے یہ استغنا ئیت برتی جارہی ہے؟ یہ تبلیغ کا کونسا اصول ہے اور کونسی سیرت ہے؟

خواص اور دیگر تنظیموں کے اختلاف کو یہاں پیش کرنا بالکل بے موقع ہوگا، اس لیے کہ دیگر تنظیمیں اور جماعتیں باہمی اختلافات کے ساتھ بھی اپنے مشن کو لے کر چل سکتی ہیں، لیکن تبلیغ کے اس عظیم الشان کام کا تعلق امت کے فرد فرد اور گھر گھر سے ہے، اس لیے دورخ کے ساتھ اس کام کے مقاصد کو کما حقہ ہرگز پورا نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ ایسی صورت میں زندگی کا قیمتی وقت اپنا ہم خیال بنانے اور دوسروں کی تغلیط وتردید میں صرف ہوگا اور اپنی اصلاح کی نیت مغلوب ہوجائے گی، دوسروں کی اصلاح کی فکر غالب ہوجائے گی، اجتماعات کرنے اور جماعتوں کے نکالنے کا مقصد فوت ہوجائے گا، علاقوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بنیادیں بدل جائیں گی، بے دینی، غفلت اور مسلمانوں کی حالت زار کی بنیاد کے بجائے علاقے کے جوڑنے اور توڑنے کو بنیاد بنالیا جائے گا اور دین کی طرف بلانے کے بجائے شخصیت اور عمارت کی طرف دعوت چل پڑے گی۔

بندہ حضرت مولانا سعد صاحب اور اُن کے متعلقین، خصوصا بعض فضلاء سے دردمندانہ گزارش کرتا ہے کہ خدا را اِس وقت ایک مرتبہ اپنے موقف پر نظر ثانی فرمائیں اور نہج سے متعلق جو مختلف فیہ امور ہیں، اُن میں وسعت سے کام لیں، اب یہ بات ثابت ہوگئی کہ دنیا کے پرانے اور عمر رسیدہ احباب جن بنیادوں پر اختلاف کررہے تھے، اُن میں سے ایک بنیاد پر جب دار العلوم دیوبند نے توجہ دلائی، تو جناب مولانا محمد سعد صاحب کسی درجہ میں رجوع کے لیے تیار ہوگئے، حالانکہ وہی احباب ایک مدت سے اس پر مسلسل توجہ دلا رہے تھے؛ لیکن اُن کے مخلصانہ طور پر توجہ دلانے کو ذاتی عداوت اور ذاتی دشمنی پر محمول کر کے بات یہاں تک پہنچادی گئی؛ لیکن اب بھی وقت ہے، بات قابو میں آسکتی ہے، دل جڑ سکتے ہیں۔

بندہ بنگلہ والی مسجد سے علیحدگی اختیار کرنے والے اکابر کی خدمت میں بھی دست بستہ گذارش کرتا ہے کہ دین کے تحفظ کے ساتھ امت میں اجتماعیت قائم کرنے کی جو بھی کوشش ہو سکتی ہے، ضرور کریں اور فروعی اختلافات میں جہاں تک ممکن ہو سکے وسعت سے کام لیں۔

بندہ وقت کے اکابر علماء اور مشائخ عظام سے بھی درخواست کرتا ہے کہ خدارا آگے بڑھیں، امت کے حال پر رحم کھائیں اور اِس اہم ترین مسئلے پر غور و فکر کی کوئی اجتماعی شکل بنائیں۔

بندہ بارگاہ ایزدی میں عاجزانہ درخواست پیش کرتا ہے کہ اللہ تعالی دعوت وتبلیغ کے مبارک کام کی حفاظت فرمائے اور ہم سب کی غلطیوں سے درگذر کرے۔ آمین۔

بندہ: خضر محمود قاسمی

موبائل و واٹسپ نمبر: 9538740400